

بکار گزری ہے! "کے مصداق عمر کے بہتر اور بیشتر حصے کے دوران جسم و جان کی بہتر اور بیشتر توانائیاں نویدِ نبویؐ: "خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهُ" کے مطابق بہترین کام میں صرف ہوئی ہیں۔ گویا "شکر صد شکر کہ تجاۓ بمنزل رسید!" — اس کے ساتھ ہی دل میں اس امید کا چراغ بھی روشن ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے خود ہی اس کی توفیق عطا فرمائی تو لغزشوں، خطاؤں اور کوتاہیوں سے درگزر فرماتے ہوئے شرف قبول بھی ضرور عطا فرمائے گا۔ اور عجیب نوید جانفرا کا معاملہ ہے کہ جیسے ہی یہ الفاظ نوکِ قلم سے صفحہ قرطاس پر ترسم ہوئے ایک جانب دل کی گہرائیوں سے حدیثِ قدسی کے الفاظ طلوع ہوئے کہ "أَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِي بِي" اور دوسری جانب ذہن میں کسی شاعر کا مصرعہ اُبھرا "وَأَرْجُو كَأَنَّكَ لَا يَخِيبُ!" — رَبَّنَا اقْبَلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ وَتُبْ عَلَيْنَا إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ آمِينَ يَا رَبَّ الْعَالَمِينَ !!

دعوتِ رجوع الی القرآن کے اہم سنگِ بائیل

اوپر جو تفصیل بیان کی گئی ہیں اُن کی رُو سے دعوت و تحریکِ قرآنی کا یہ ساڑھے تیس سالہ سفر پانچ ادوار میں منقسم قرار پاتا ہے۔ لیکن اس کے اہم سنگِ بائیل کی نشاندہی کے لئے اسے دو بڑے بڑے حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے — یعنی پہلا اواخرِ ۱۹۵۷ء میں میری انفرادی مساعی کے آغاز سے مارچ ۱۹۵۸ء میں انجمنِ خدام القرآن کی تاسیس تک، گویا ساڑھے چھ سال پر محیط — اور دوسرا قیامِ انجمن کے بعد سے آج تک کے سترہ سالوں پر مشتمل، (اگرچہ گذشتہ دو سالوں کے دوران اصولی اعتبار سے ایک تیسرے دور کی داغ بیل پڑ چکی ہے، جس کا ذکر بعد میں آئے گا)۔

ان میں سے پہلا دور طوالت میں بھی کم تھا، اور اس کے دوران صرف ایک حقیر و بے بضاعت فردِ واحد اپنی سی کوشش کر رہا تھا، جبکہ دوسرا دور طویل تر بھی ہے اور اس

میں ایک انجمن اور ایک تنظیم کی مساعی بھی شامل ہیں لیکن اس دعوت و تحریک کے اہداف کی تعیین اور مزاج کی تشکیل کے اعتبار سے اصل اہمیت پہلے ہی دور کو حاصل ہے۔ جسے جدید اصطلاح میں اس کا 'FORMATIVE PERIOD' قرار دیا جاسکتا ہے۔

لہذا اس دورِ اول کے تین اہم سنگ ہائے میل کا ذکر قدرے تفصیل کے ساتھ کیا جا رہا ہے، چونکہ وہ درحقیقت اس تحریک کے سنگ ہائے اساس کی حیثیت رکھتے ہیں، یعنی :

- ۱۔ مطالعہ قرآن حکیم کا منتخب نصاب
- ۲۔ لاہور کے 'حلقہ ہائے مطالعہ قرآن'، — اور
- اتوار کی صبح کا مرکزی درس۔
- ۳۔ 'دارالاشاعت الاسلامیہ'، — اور
- سلسلہ مطبوعات قرآن اکیڈمی۔

۱۔ مطالعہ قرآن حکیم کا منتخب نصاب

راقم نے اپنی اس دعوتِ قرآنی کی اساس 'مطالعہ قرآن حکیم کے ایک منتخب نصاب' کو بنایا تھا، اور واقعہ یہ ہے کہ جو کامیا بیاں اُسے حاصل ہوئیں ان کا سب سے بڑا راز اسی منتخب نصاب میں مضمر ہے۔ اس لئے کہ اُن حضرات سے قطع نظر جنہیں قسمت ابتدا ہی سے عربی مدارس میں پہنچا دیتی ہے اور وہ اسی قدیم مذہبی نظامِ تعلیم سے فراغت حاصل کرتے ہیں اور اس طرح ان کے تو گویا شب و روز قال اللہ اور قال الرسول کی فضا ہی میں بسر ہوتے ہیں، سکولوں اور کالجوں کے تعلیم یافتہ لوگوں کے لئے قرآن مجید کا ابتدا سے انتہا تک تسلسل کے ساتھ مطالعہ نہایت کٹھن کام ہے۔ اور اس کے لئے ایک نہایت مضبوط قوتِ ارادہ کی درکار ہے۔ جبکہ یہ منتخب نصاب جو حجم کے اعتبار سے زیادہ سے زیادہ دو پارے کے لگ بھگ یعنی کل قرآن کے پندرہویں حصے کے برابر ہے، ایک نہایت حکیمانہ تدریج اور منطقی ترتیب کے ساتھ نہ صرف یہ کہ، فقہی اور تاریخی مباحث کے سوا، قرآن حکیم کے

عملہ بنیادی مضامین اور تعلیمات کو بخوبی ذہن نشین کر دیتا ہے بلکہ ایک جانب قرآن کے مخصوص اسلوب اور طرز بیان اور دوسری جانب اُس کے فطری منہج استدلال (LINE OF ARGUMENT) سے بھی واقفیت ہی نہیں گہری مناسبت عطا کر دیتا ہے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ قرآن حکیم کی عظمت کا ایسا نقش دل پر قائم کر دیتا ہے کہ وہ مضبوط قوت ارادی خود بخود پیدا ہو جاتی ہے جو پورے قرآن کے مسلسل مطالعے کے لئے ضروری ہے۔

اب سے دس بارہ سال پہلے جب اس منتخب نصاب میں شامل آیات و سُوَرِ قرآنی کو پہلی بار یکجا کتابی صورت میں شائع کیا گیا تو راقم نے اس کا تاریخی پس منظر تفصیلاً بیان کر دیا تھا۔ جو درج ذیل ہے:

”آغاز ہی میں یہ بات عرض کر دینی مناسب ہے کہ یہ نصاب راقم کا ’طبعِ آزاد‘ نہیں ہے بلکہ اس کا اصل ڈھانچہ مولانا امین احسن اصلاحی کا تیار کردہ ہے تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ ۱۹۵۲ء میں جب راقم الحروف اسلامی جمعیت طلبہ لاہور و پنجاب کا ناظم تھا اُس نے جمعیت کے زیرِ اہتمام طلبہ کے دو تربیتی کیمپ منعقد کئے تھے ایک دسمبر ۱۹۵۲ء میں کرسس کی تعطیلات میں اور دوسرا ۱۹۵۲ء کی تعطیلاتِ موسمِ گرما میں۔ ان تربیت گاہوں میں قرآن حکیم کا درس مولانا اصلاحی مدظلہ نے دیا تھا اور اس غرض سے انہوں نے ایک نصاب تجویز کیا تھا جو درج ذیل ہے:

۱۔ انسان کی انفرادی زندگی کی رہنمائی کے لئے سورہ لقمان کا دوسرا اور سورہ فرقان کا آخری رکوع۔

۲۔ عائلی زندگی سے متعلق۔ سورہ تحریم مکمل۔

۳۔ قومی، ملی اور سیاسی زندگی کی رہنمائی کے ذیل میں سورہ حجرات مکمل۔

۴۔ فریضہ اقامتِ دین کے ذیل میں سورہ صف مکمل۔

۵۔ اور تحریکِ اسلامی سے متعلق مختلف مسائل میں رہنمائی کے ذیل میں سورہ عنکبوت مکمل۔

راقم کی خوش قسمتی تھی کہ اسے بطور ناظم ان دونوں تربیت گاہوں میں شرکت کا موقع ملا اور یہ مقامات اُس نے دو بار مولانا اصلاحی صاحب سے براہ راست پڑھے اور راقم نے ان مقامات کو اس طرح اخذ کر لیا کہ "بَلِّغُوا أَعْتَابِي دَوْلَةَ أَيْتَا" رہنچاؤ میری جانب سے چاہے ایک ہی آیت کے مصداق انہیں آگے پڑھانے کے لئے بھی کسی قدر اعتماد پیدا ہو گیا۔ چنانچہ زمانہ طالب علمی میں جمعیت کے اجتماعات میں بھی راقم مطالعہ قرآن کی ذمہ داریاں نبھاتا رہا۔ تعطیلات کے زمانے میں ساہیوال میں ————— جماعت اسلامی کے اجتماعات میں بھی ان مقامات کا درس دیتا رہا اور رمضان مبارک کے ایک تربیتی پروگرام میں پورا نصاب بھی پڑھایا۔ ۱۹۵۲ء میں ملتان میں منعقدہ جمعیت کی ایک تربیت گاہ میں راقم نے پھر یہ نصاب اسی تدریج کے ساتھ پڑھایا۔ بعد میں جب ساہیوال میں راقم نے ایک "اسلامی ہاٹل" قائم کیا تو اس میں مقیم طلبہ کو بھی راقم نے اس پورے نصاب کا درس دیا۔ اس کے بعد جب راقم کراچی میں تھا تو وہاں بھی مقبول عام ہاؤسنگ سوسائٹی میں ایک حلقہ قائم کر کے اسی منتخب نصاب کا درس دیا گیا۔

اللہ اس عرصے کے دوران میں وقتاً فوقتاً راقم اس بنیادی نصاب میں اضافے کرتا رہا۔ جن سے اس نصاب کی ایک واضح بنیاد بھی قائم ہو گئی اور مختلف مقامات کے مضامین میں جو فاصلے تھے وہ بھی بہت حد تک پاٹ دیئے گئے۔ ہو سکتا ہے کہ اُسندہ بھی خود راقم یا کوئی اور شخص اس میں مفید اضافے کر سکے۔ تاہم اس وقت راقم کا گمان ہے کہ ایک خاص نقطہ نظر سے قرآن حکیم کا جو انتخاب اس نصاب میں کیا گیا ہے وہ بہت حد تک مکمل بھی ہے اور نہایت مفید بھی۔

آگے چلنے سے پہلے اس "خاص نقطہ نظر" کی وضاحت بھی ہو جائے تو اچھا ہے۔ وہ نقطہ نظر یہ ہے کہ ایک مسلمان کے سامنے یہ بات بالکل واضح ہو جائے کہ اُس کے دین کے تقاضے اس سے کیا ہیں اور اُس کا رب اُس سے کیا چاہتا ہے! گویا دین کے تقاضوں اور مطالبوں کا ایک اجمالی لیکن جامع تصور پیش کرنا اس انتخاب

کا اصل مقصود ہے، ویسے ضمناً اس سے خود دین کا ایک جامع تصور بھی آپؐ آپ
واضح ہو جاتا ہے اور محدود مذہبی تصورات کی جڑیں خود بخود کٹی چلی جاتی ہیں۔“

اس نصاب کا نقطہ آغاز سورۃ العصر ہے اور نقطہ خروج سورۃ الحديد۔ چنانچہ اس کے
حصہ اول میں سورۃ العصر کے ساتھ تین مزید جامع اسباق شامل ہیں یعنی حقیقت بر و تقویٰ کی
وضاحت کے لئے سورۃ البقرہ کی آیت ۱۷۷ (آیت البر)، حکمت قرآنی کی اساسات اور مقام
عزیمت کی تشریح کے لئے سورۃ لقمان کا دوسرا رکوع اور ”حظِ عظیم“ کی وضاحت کے لئے
سورۃ طہ السجدہ کی آیت ۳۰ تا ۳۶، اور حصہ آخر دشمتم، ششم، ہفتم اور سورۃ الحديد پر
جو امت مسلمہ سے خطاب کے ضمن میں قرآن حکیم کی جامع ترین صورت ہے۔

درمیان چار حصے سورۃ العصر میں بیان شدہ چار لوازم نجات کی تشریح و توضیح پر مشتمل
ہیں۔ چنانچہ حصہ دوم میں ایمان کی حقیقت و ماہیت اور اس کے اجزاء ترکیبی کی وضاحت کے
لئے سورۃ الفاتحہ، سورۃ آل عمران کی آیات ۱۹۰ تا ۱۹۶، سورۃ نور کا پانچواں رکوع، سورۃ
تغابن کا مکمل، اور سورۃ قیامہ کا مکمل شامل ہیں۔ اسی طرح حصہ سوم میں ”عمل صالح“ کی وضاحت
کے لئے بندہ مومن کی انفرادی سیرت کی تعمیر کے اساسی لوازم کے بیان میں سورۃ مومنوں کے
ابتدائی گیارہ آیات اور سورۃ معارج کی آیات ۱۹ تا ۲۵، مرمومن کے اخلاق حسنہ اور اوصاف
عالیہ کی تصویر کشی کے لئے سورۃ الفرقان کا آخری رکوع، عائلی زندگی کے خدو خال نمایاں کرنے
کے لئے سورۃ تحريم (کامل)، مسلمانوں کی معاشرتی و سماجی زندگی کے اصولوں کی وضاحت کے
لئے سورۃ بنی اسرائیل کا تیسرا اور چوتھا رکوع، اور مسلمانوں کی حیات ملی و سیاسی کے اصولوں
کے ضمن میں جامع ترین ہدایت نامہ کے طور پر سورۃ حجرات (مکمل) شامل ہیں۔

”تواصی بالحق“ کے ضمن میں ”امر بالمعروف و نہی عن المنکر“ اور ”دعوت الی اللہ“ کا ذکر تو جامع
اسباق ۷۲ و ۷۳ میں موجود ہے، اسی طرح ایمان حقیقی کی شرط لازم ”جہاد فی سبیل اللہ“ کا تذکرہ
نہایت زوردار انداز میں سورۃ حجرات کی آیت نمبر ۱۵ میں آ جاتا ہے۔ لہذا منتخب نصاب
کا حصہ چہارم مکمل کمال جہاد و قتال فی سبیل اللہ کی تشریح مزید کے لئے وقف ہے۔ چنانچہ اس
میں اولاً سورۃ حج کا آخری رکوع (جو بجائے خود نہایت ہی جامع مقام ہے) اور سورۃ توبہ

کی آیت ۲۴ اور پھر سورہ صف، سورہ جمعہ اور سورہ منافقون (کامل) شامل ہیں۔ اسی طرح، تو اسی بالقبہ کی بھی اصل اساسات توحیدہ اول میں شامل جامع اسباق میں موجود ہیں، حصہ پنجم میں اولین اور اہم ترین حصہ تو شامل ہے سورہ عنکبوت کے پہلے اور آخری تین رکوعوں پر۔ اور اُن پرستار میں قتال فی سبیل اللہ کے ضمن میں صبر و مصابرت کی تاکید پر مشتمل سورہ بقرہ کی آیات ۵۳ تا ۵۸ اور آیت ۲۱۴۔ سورہ الفال کا پہلا اور آخری رکوع، سورہ آل عمران کی آیات ۱۶۱ تا ۱۶۹ اور ۱۳۹ تا ۱۴۸۔ سورہ احزاب کا دوسرا اور تیسرا رکوع، اور بالآخر سورہ توبہ کا چھٹا اور ساتواں رکوع۔

اور جیسے کہ عرض کیا جا چکا ہے، آخر میں آتی ہے اُم المسجیات سورۃ الحدید جو ان تمام مباحث کو نہایت جامعیت کے ساتھ ایک بار پھر سامنے لے آتی ہے، اس سورہ مبارکہ کی عظمت و جلیلت کا جو نقش راقم الحروف کے قلب پر قائم ہے وہ بیان میں نہیں آ سکتا۔ مختصر یہ کہ اگر سورۃ العصر کو کلا کے پورے کے بیچ سے تعبیر کیا جائے تو سورۃ الحدید اس پورے کی چوٹی پر کھیلے ہوئے حسین و جمیل پھول کے مانند ہے، اب اگر امام شافعیؒ سورۃ العصر کے بارے میں یہ فرماتے ہیں کہ ”لَوْنَدَبَرِ النَّاسِ هَذِهِ السُّورَةُ لَوَسِعَتْهُمْ“ اور ”لَوْ لَمْ يُنْزَلْ مِنَ الْقُرْآنِ سِوَاهَا لَكُنْتُ النَّاسَ“ تو میں کہہ سکتا کہ سورۃ الحدید کے بارے میں کیا کہا جائے کہ اُس کا حق ادا ہو سکے، راقم کے نزدیک تو یہ معاملہ خالصہً ظ ”اے بروں از دہم ذیل و قال من!“ والا ہے۔ اور یہاں گھٹنے ٹیک دینے ہی میں عافیت ہے!

راقم الحروف کے پاس کوئی ریکارڈ تو ظاہر ہے کہ محفوظ نہیں لیکن وہ یہ بات پورے اطمینان کے ساتھ کہہ سکتا ہے کہ اُس نے اس پورے منتخب نصاب کے درس کی سعادت کم از کم پچاس مرتبہ تو ضرور حاصل کی ہوگی۔ اس لئے کہ لاہور میں جب ۱۹۶۰-۱۹۶۱ء میں حلقہ ہائے مطالعہ قرآن قائم کئے تو ان سب میں اسی کا درس دیا، پھر مسجد خضر اسمن آباد میں مرکزی درس کا آغاز ہوا تو وہاں بھی دوبار اسی کا درس دیا۔ پھر یہ مرکزی درس مسجد شہداء منتقل ہوا تو وہاں سے بھی اس کا اعادہ کیا۔ پھر جب آقرانی تربیت گاہیں قائم کیں تو اُن میں بھی ان ہی مقامات کا درس دیا۔ بیرونی ممالک میں جانا ہوا تو وہاں بھی ع ”الاحادیث دوست کہ تکرار می کنیم!“ کے مصداق اسی کو بیان کیا۔ پھر موقع اور مقام اور سامعین کی ذہنی سطح کے فرق کی مناسبت

سے ان دروس میں طوالت یا اختصار کے اعتبار سے بھی فرق ہوتا رہا اور بیان کی سلاست یا علمی ثقالت کے اعتبار سے بھی۔ چنانچہ اس نصاب میں شامل ہر مقام کے راقم الحروف کے روڈ و ڈھائی ڈھائی گھنٹے کے دروس بھی ٹیپ کی ریلوں (SPDOLS) میں محفوظ ہیں اور نہایت مختصر اور آسان دروس کے کیسٹ بھی موجود ہیں۔ اور اب کچھ عرصہ سے خود راقم کے اسی منتخب نصاب کے دروس کا سلسلہ بند ہو چکا ہے تو بحمد اللہ کم از کم پندرہ بیس نوجوان ایسے تیار ہو چکے ہیں جو اس کا درس نہایت خوش اسلوبی سے دے رہے ہیں۔ اللہ ان کے عزم اور ارادے کو برقرار رکھے۔ اور ان کی صلاحیت اور استعداد میں ترقی عطا فرمائے! — یہ تو اللہ تعالیٰ کا خصوصی فضل و کرم ہے کہ ان میں میرے صلیبی بیٹے بھی شامل ہیں، ورنہ میں تو ان سب کو اپنی معنوی اولاد اور صدقہ جاریہ سمجھتا ہوں۔ اور علامہ اقبال کے شعر میں تھوڑے سے تصرف کے ساتھ دست بدعا ہوں کہ یہ

یہ ہیں صدق تو تیرے ہاتھ ان کے گہر کی آبرو
یہ ہیں خرف تو تو انہیں گوہر شاہوار کر!

۲۔ لاہور کے حلقہ ہائے مطالعہ قرآن اور التوار کی صبح کا

مرکزی درس

لاہور میں راقم نے حلقہ ہائے مطالعہ قرآن، کا آغاز جس طرح کیا اس کا مختصر تذکرہ عام قارئین کی دلچسپی اور اس راہ کے ”تازہ واردان بساطِ ہوائے دل“ کے مصداق نئے ساتھیوں کی رہنمائی کے لئے مفید ہوگا۔

۱۔ تدریس عربی | اسلام پورہ (سابقہ کمرشننگ) کی کوثر روڈ (سابقہ امرت روڈ) پر ایک مکان خرید کر اپنی رہائش اور مطب شروع کرنے کے فوراً

بعد میں نے اس پاس کی تین مساجد میں نمازیں ادا کرنی شروع کیں اور نمازیوں میں سے نوجوانوں سے میل جول بڑھانا شروع کیا۔ اور چند ہی دنوں میں ان میں سے بعض کو آمادہ کر لیا کہ وہ مجھ سے ابتدائی عربی سیکھنے کے لئے بعد نماز عشاء وقت نکالیں۔ پھر ان ہی کے ذریعے ان مساجد یا ان کے قریب کے مکانوں میں درس قرآن کا سلسلہ شروع ہو گیا۔

اس ضمن میں ایک لطیفہ بھی یاد آیا۔ میرے سمن آباد کے درس کے آغاز کے بعد جب لاہور میں چرچا زیادہ ہوا تو پاکستان ریلوے کے بعض سینئر آفیسروں نے بھی مجھ سے عربی زبان کے ابتدائی قواعد سیکھنے کی خواہش ظاہر کی۔ چنانچہ میں نے ہفتے میں تین دن کرشن نگر کے نوجوانوں کے لئے مختص کر دیئے اور تین دن ان حضرات کے لئے۔ میرا تیسرا بیٹا عزیزم عاطف وحید سلمہ ان دنوں دو ڈھائی سال کا تھا اور میرے ہی ساتھ سویا کرتا تھا، نماز عشاء کے بعد اُسے سونے کی جلدی ہوتی تھی اور میں عربی کی کلاس میں مصروف ہوتا تھا، لہذا وہ بار بار آکر دیکھا کرتا تھا کہ 'طالب علم' رخصت ہو گئے یا نہیں۔ ایک روز جب اتفاق سے 'بزرگوں' کی باری تھی، اُس نے دو تین چکر لگانے کے بعد بالآخر تنگ آکر کہا: "آبی بچوں کو چھٹی دیدیں" اس پر پوری محفل زعفران زار ہو گئی۔ اس لئے کہ اُن 'بچوں' میں ایک شاہ محمد ظفر صاحب تھے جن کی نہ صرف دائرہ ہی بلکہ پوری شکل و شباہت ماشاء اللہ بالکل مولانا احمد علی ججیسی تھی، ایک خالدا حمد صاحب تھے جو اُس وقت پاکستان ریلوے کے ڈپٹی چیف انجینئر تھے اور ان کا چہرہ بھی ماشاء اللہ خاصی طویل اور سفید براق دائرہ ہی سے مزین تھا۔ اور باقی دو تین حضرات بھی ریلوے کے اعلیٰ افسروں میں سے تھے۔!

۲۔ مرکزی درس | لاہور کے حلقہ ہائے مطالعہ قرآن میں اولین دو حلقے کرشن نگر میں قائم ہوئے، ایک جامع مسجد بہارن روڈ میں اور دوسرا عمر روڈ پر واقع زبیری صاحب مرحوم کے مکان پر! پھر جماعت اسلامی کے سابقہ تعلق کے اشتراک کی بنیاد

لے جہاں میں نے کئی سال تک رمضان المبارک میں اعتکاف بھی کیا — اور چونکہ سلسلہ نقشبندیہ کے بزرگ سید علاؤ الدین شاہ بھی وہیں اعتکاف فرمایا کرتے تھے اور (باقی اگلے صفحہ پر)

پتیسرا حلقہ دل محمد روڈ کے محلے میں مولوی برکت علی صاحب کی بلڈنگ میں قائم ہوا۔ پھر سمن آباد میں درس شروع ہوا جس نے بعد میں لاہور کے مرکزی درس کی حیثیت حاصل کر لی۔

اُس کی تقریب یوں ہوئی کہ میرے پھوپھی زاد بھائی شیخ نصیر احمد صاحب نے اپنے مکان میں کچھ تعمیری تبدیلیاں اور اضافے کئے۔ جس سے ایک کمرہ آٹا بٹرائکل آیا کہ اُس میں سترائی آدمی بیٹھ سکتے تھے۔ میں نے جب پہلی مرتبہ اسے دیکھا تو بے اختیار زبان سے ”اے خانہ بایں خوبی آتش کدہ بائیتے“ کے مصداق یہ الفاظ نکل گئے: ”یہاں تو قرآن مجید کا درس ہونا چاہیے۔“ میرے پھوپھی زاد بھائی شیخ ثناء محمد نے جو میرے والد مرحوم کے حقیقی تایا زاد بھائی ہونے کے ناطے میرے تایا بھی تھے میرے الفاظ کو فوراً کپڑ لیا۔ کہ ”پھر دیکس بات کی ہے فوراً شروع کر دو“۔ اور اس طرح اتوار کی صبح کا ہفتہ وار درس ۲۱۱۔ این سمن آباد میں شروع ہو گیا۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ پہلے ایک دو درس میں تیس سنیٹیس افراد شریک تھے پھر یہ تعداد پچاس تک پہنچی، اور چند ماہ کے اندر اندر یہ درس کمرے کی وسعت سے نکل کر باہر لان تک پہنچ گیا جس کے لئے لاؤڈ سپیکر خریدنا پڑا۔ اور جب بات اس سے بھی آگے بڑھ گئی تو مسجد

(تسل، اس کے دوران ان کے مستر شین کا وہاں اجتماع ہوتا تھا اور وہ سلوک کے مسائل بیان فرمایا کرتے تھے لہذا میں بھی براہ راست نہ سہی بالواسطہ استفادہ ہوتا رہا۔

اسے ان سطور کی تحریر کے وقت تک پھوپھی صاحبہ اور پھوپھا صاحب کا بھی انتقال ہو چکا ہے، اور نہ صرف یہ کہ پھوپھی زاد بھائی شیخ نصیر احمد بھی انتقال فرما چکے ہیں بلکہ ان کے چھوٹے بھائی شیخ بشیر احمد بھی داغ مفارقت دے چکے ہیں، جو میرے بہنوئی بھی تھے۔ لیکن راقم کے شعور اور حافظہ میں ان محبت بھری مجلسوں کی یاد ابھی تک تازہ ہے جو کئی سال تک ۲۱۱۔ این سمن آباد میں ہر جمعہ اور اتوار کو منعقد ہوتی رہیں، اس لئے ہر جمعہ کی نماز اور اتوار کے درس کے بعد مسجد حضرت اے سے کرشن نگر واپسی کے دوران راستے میں وہاں لازماً ٹھہرنا ہوتا تھا اور پھوپھی صاحبہ اور پھوپھا صاحب کی شفقت بھری تواضع اور بھائی نصیر احمد صاحب کی پُر خلوص مدارات کے ساتھ چائے کا (مع لوازمات) دُور چلتا تھا۔ اور واضح رہے کہ اس سے ”استفادہ“ میں تنہا نہیں (باقی صفحہ)

خضراءِ مسمن آباد کی انتظامیہ کے ذمہ دار حضرات نے جو خود بھی پابندی سے درس میں شریک ہوتے تھے اصرار کیا کہ اس درس کو مسجد میں منتقل کر دیا جائے، میں مساجد کے معاملے میں مخالف تھا کہ وہاں چوہدریوں کے درمیان رشتہ نشی ہوتی ہے، لہذا ابتداء میں تو میں نے معذرت کی۔ لیکن بعد میں اس مجبوری کے باعث اُن کی دعوت قبول کر لی کہ شرکاء درس اب کسی طور مکان میں نہ سما سکتے تھے اور اس طرح آٹھ دس سال کے لئے مسجد خضراءِ مسمن آباد اس دعوت و تحریکِ قرآنی کا مرکز بن گئی۔

مسجد خضراءِ مسمن آباد کے اتوار کی صبح کے اس ہفتہ وار درسِ قرآن کی شہرت بہت جلد پورے لاہور میں اور پھر اس باہر دور در تک پہنچ گئی۔ چنانچہ اس میں لاہور کے کونے کونے ہی سے نہیں، بیرون لاہور سے باضابطہ شدتِ رحال کر کے بھی لوگ شرکت کے لئے آتے تھے۔ لہذا بہت جلد اس کی حاضری دو ڈھائی سو، اور پھر تین ساڑھے تین صد تک پہنچ گئی جو بعض خاص خاص مواقع پر پانچ سو تک بھی ہو جاتی تھی۔ پھر یہ درس اسطفا ڈھائی گھنٹے پر محیط

(تسل) کرتا تھا بلکہ ان دنوں مواقع پر میرے کل اہل و عیال بھی ساتھ ہوتے تھے۔ اس لئے کہ میں اپنے بیٹوں کو تو دوسرے تمام دروسِ قرآن میں بھی ساتھ لے جاتا تھا، جمعہ کے اجتماع اور اتوار کے درس میں تو میری اہلیہ اور بچیاں بھی لازماً شریک ہوتی تھیں۔ (جس کا اسی دنیا میں نقدِ صلب مجھے یہ لاپے کہ میرے کل اہل و عیال بھلا اللہ میرے مشن میں میرے ساتھ شریک ہیں) بہر حال پھوپھا صاحب مرحوم، پھوپھی صاحبہ مرحومہ اور بھائی نصیر احمد و بشیر احمد مرحوم کا حق اس دعوت و تحریکِ قرآنی کے جلد و استلکان اور استفادہ کنندگان سے

(BENEFICIARIES) پر یہ ہے کہ وہ ان کے حق میں دعائے مغفرت کرتے رہا کریں !

اللَّهُمَّ اغْفِرْ لَهُمْ وَارْحَمْهُمْ وَأَدْخِلْهُمْ فِي رَحْمَتِكَ وَحَسْبُكَمْ جَسَابًا يَبْسُفُونَ (امین)
اور جب حق کی اور ان کی کا معاملہ زیرِ بحث آہی گیا ہے تو یقیناً حق تعالیٰ ہوگی اگر یہ ذکر نہ ہو جائے کہ جب تک میرے پاس اپنی گاڑی نہ تھی، میان محمد رشید صاحب رسول پاک چھوڑے اپنی گاڑی پر کمرش نگر جاتے تھے اور ہم سب کو لے کر مسن آباد آتے تھے۔ اور پھر واپس بھی پہنچا کرتے تھے۔ فَجَزَاهُ اللَّهُ أَحْسَنَ الْجَزَاءِ۔
لہ (حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ہوتا تھا۔ اور الحمد للہ کہ اس میں سے کسی شخص کو کبھی اچھے نہیں دیکھا گیا۔ اس طرح لاہور کی دینی فضا میں یہ درس ایک دھماکنے سے کسی طرح کم نہ تھا۔ جس سے ایک خوشگوار حیرت کا تاثر پورے لاہور اور اُس کے گرد و نواح پر طاری ہو گیا کہ ع

”ایسی چنگاری بھی یارب اپنی خاکستر میں تھی!“

۳۔ خطبات جمعہ | مسجد خضراء کے خدام اور مفتیین کا تعاون بھی اس پورے عرصے کے دوران نہایت مثالی رہا۔ انہیں اس پر خوشی بھی تھی کہ اُن کی مسجد پورے لاہور کی توجہات کا مرکز بن گئی ہے تھوڑے ہی عرصے کے بعد اُن حضرات کی طرف سے اصرار ہوا کہ جمعہ میں خطاب بھی آپ ہی فرمائیں۔ چنانچہ ابتدائے خطبہ منونہ سے قبل خطاب — اور اس کے تھوڑے ہی عرصے کے بعد باضابطہ خطیب مسجد کی ذمہ داری بھی میرے کندھوں پر آگئی — اور میں نے اس خطبہ جمعہ کو بھی اکثر و بیشتر درس قرآن کی صورت ہی دی، چنانچہ خود مجھے بھی اپنے ذاتی سرور اور کیف کا عالم یاد ہے، اور بہت سے دوسرے احباب بھی آج تک اُسے تاثرات کا ذکر کرتے ہیں جو اُس وقت پیدا ہوئے تھے جب میں نے ایک خطاب جمعہ میں پوری سورہ قیامہ کا درس کھڑے ہو کر خطیبانہ انداز میں دیا تھا — بہر حال اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اتوار کی صبح کے درس ہی کی مانند، جمعہ کا خطاب بھی پورے لاہور میں مشہور ہو گیا — اور اس کے لئے بھی دُور دُور سے لوگ آنے لگے۔ یہاں تک کہ مسجد اپنی وسعت کے باوجود تنگ پڑ گئی! مسجد خضراء امن آباد میں اس دعوتِ قرآنی کو جو پذیرائی حاصل ہوئی اس پر میں خود، اور میرے قریبی ساتھی سب کے سب، شدید حیران تھے — لیکن بالآخر اس کا راز ایک روز کھل ہی گیا — آج کے عقلیت زدہ بلکہ گزیدہ لوگ تو شاید اس بات پر ناک بھوں چڑھائیں — لیکن واقعہ یہ ہے کہ مسجد خضراء کی اس استثنائی کیفیت کا اصل راز جو مجھے ایک دن اچانک معلوم

لے (حاشیہ صفحہ گذشتہ) جن میں سے کبھی کبھی ایک شخصیت مرحوم ضیاء الحق کی بھی ہوتی تھی۔ اور یہ ظاہر ہے کہ مجھے بہت بعد میں خود ضیاء راہ حق مرحوم ہی کے بتانے سے معلوم ہوا، ورنہ اس دقت چار پانچ صد افراد میں کون سے کون شامل ہیں اس کے جاننے کا کوئی ذریعہ میرے پاس موجود نہیں تھا۔

ہوا یہ تھا کہ اس کانسنگ بنیاد اُس مرد درویش نے رکھا تھا جسے دنیا مولانا احمد علی لاہوری کے نام سے جانتی ہے اور جس نے خود بھی پورے چالیس سال تک ارض لاہور پر درسِ قرآن کا سلسلہ جاری رکھا تھا۔ گویا معاملہ وہی تھا جو علامہ اقبال نے یوں بیان کیا ہے کہ

”بے گراس نقش میں رنگِ ثباتِ دوم جس کو کیا ہو کسی مرد خدا نے تمام“

۴۔ مسجدِ شہداء کی مصاحح کے پیشِ نظر اس درس کو لاہور کے سب سے زیادہ مرکزی مقام یعنی مسجدِ شہداء ریگل چوک میں منتقل کرنا پڑا اس لئے کہ شہر سے سن آباد جانے والے تمام راستے ٹریفک کی اصطلاح میں ”بوتلوں کی گردنوں“ (BOTTLE - NECKS) کی حیثیت رکھتے تھے جس سے لوگوں کو تکلیف ہوتی تھی! چنانچہ مسجدِ شہداء میں درس کی حاضری مسجدِ نصراء سے بھی بڑھ گئی۔ وہاں بھی راقم نے پہلے مطالعہ قرآن حکیم کا منتخب نصاب ہی بیان کیا۔ بعد ازاں جب وہاں قرآن حکیم کا آغاز سے سلسلہ وار درس قرآن شروع ہوا اور سورۃ فاتحہ زیرِ درس آئی اور ایک صاحبِ خیر کی جانب سے مولانا امین احسن اصلاحی کی تفسیرِ آیتِ بسم اللہ و سورۃ فاتحہ ہدیۃ تقسیم ہوئی تو معلوم ہوا کہ درس میں سات سو افراد شریک تھے۔ (اس لئے کہ کتاب کے سات صد نسخے تقسیم ہوئے!)

لاہور کے اتوار کی صبح کے اس مرکزی درسِ قرآن کی یہ رونقیں ۱۹۷۷ء تک لگ جھک دس سال تک روز افزوں رہیں۔ لیکن ۱۹۷۷ء میں مرحوم ذوالفقار علی بھٹو نے اپنی حکومت کھاتے کے قریب اتوار کی بجائے جمعہ کی ہفتہ و تعطیل کا اعلان کیا تو اس درس کی رونقیں رفتہ رفتہ ختم ہو گئیں۔ اس لئے کہ جمعہ کے دن خطبہ و نماز جمعہ کے ساتھ کسی اضافی پروگرام کا معاملہ ناقابلِ عمل ہے۔ چنانچہ کچھ عرصہ تو یہ بھی ہوا کہ جمعہ ہی کو صبح ۹ بجے سے گیارہ بجے تک درس کی نشست رکھی گئی۔ اور پھر وہیں سے شرکاء درس براہِ راست جمعہ کی نماز کے لئے روانہ ہوئے۔ پھر کچھ عرصہ یہ کوشش کی گئی کہ اُسی مسجد میں جہاں جمعہ کا خطاب ہوتا تھا پہلے باضابطہ چوکیلاں لگا کر درس کی نشست ہوتی تھی اور پھر معمول کے مطابق خطابِ جمعہ اور خطبہٴ مسنونہ و نماز۔ لیکن رفتہ رفتہ یہی محسوس ہوا کہ یہ ایک تکلف ہے۔ چنانچہ خطابِ جمعہ ہی پر قناعت

کرنی پڑی۔ چنانچہ اب لاہور کے انوار کی صبح کے مرکزی درس قرآن کی صرف سہائی
یادیں باقی رہ گئی ہیں۔

خطاب جمعہ کے سلسلے میں بھی ۱۹۷۷ء کی قومی اتحاد کی تحریک کے دوران جس نے رفتہ
رفتہ عوامی احساسات و جذبات کے اعتبار سے تحریک نظامِ مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم کے
صورت اختیار کر لی تھی، چونکہ میں نے اسے ایک خالص سیاسی تحریک قرار دیا اور اس میں
شمولیت اختیار نہ کی، مسجد خضراء میں کچھ صورتِ حال خراب ہوئی۔ اور بعض بداندیشوں کو
ریشہ دوانی کا موقع مل گیا۔ چنانچہ خطاب جمعہ بھی اولاً پنجاب یونیورسٹی کے نیوکمپس کی
مسیج میں اور بالآخر مسجد دارالسلام، باغ جناح میں منتقل ہو گیا۔ یہاں یہ سلسلہ، بحمد اللہ،
ان سطور کی تحریر کے وقت تک بخیر و خوبی جاری ہے، آئندہ کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے،
”وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غُلَا وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ!“

۵۔ مسجد دارالسلام باغ جناح | مسجد خضراء کی طرح مسجد دارالسلام کا بھی ایک
خاص تاریخی پس منظر ہے، جو قارئین کی دلچسپی کا

موجب ہو گا۔ جس مقام پر اب یہ خوبصورت مسجد بنی ہوئی ہے، وہاں بہت پہلے سے صرف
ایک کچا چبوترہ (پنجابی، تھڑا)، ہوتا تھا۔ جہاں اکثر و بیشتر شام کو باغ کی سیر کے لئے آنیوالوں
میں سے چند، اور اسی طرح صبح کی سیر کرنے والے بعض حضرات نماز ادا کر لیا کرتے تھے۔
راقم الحروف کو اب تک یاد ہے کہ ۱۹۵۷ء میں فرسٹ اور سینڈ پرائفیشل ایم بی بی ایس کے
تیسری کے لئے راقم بھی کبھی مسجد سے متصل، گلستانِ فاطمہ، میں مطالعے کے لئے بیٹھتا
تھا تو نظر کی نماز اسی چبوترے پر ادا کرتا تھا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ یہاں بھی اتوار کی صبح
مولانا محمد علی قصوریؒ درس دیتے ہیں، ایک بار میں بھی کسی طرح وقت نکال کر شریک ہوا تو
میرے اور مدرس سمیت کل سات آدمی اس چبوترے کی زینت تھے۔ اس چبوترے
پر باضابطہ مسجد کی تعمیر کرنل سلامت اللہ مرحوم کا وہ کارنامہ ہے جس کے لئے وہ ہمیشہ اس
مسجد کے نمازیوں کے شکریے اور دعائے خیر کے مستحق رہیں گے۔ وہ خود ریٹائرڈ فوجی،
اور نہایت دنگ انسان تھے اور انہوں نے ان تمام مغرب زدہ سول افسروں سے بھرپور

جنگ لڑی جو اس خوبصورت سیرگاہ کے حسن کو مسجد کے وجود سے 'بدنما' بنانے پر تیار نہیں تھے۔ (چنانچہ ایک بار تو انہیں ایک کشتہ صاحب کے چہرے پر باضابطہ تھپڑ بھی رسید کرنا پڑا) بہر حال انہوں نے بڑی محنت و مشقت اور جانفشانی و صرف کثیر سے "ادارہ" دارالسلام" جو ایک مسجد اور ایک لائبریری پر مشتمل ہے تعمیر کرایا۔ — اور اس کے بعد کئی سالوں میں، مجھ سے کہنا شروع کیا کہ میں مسجد دارالسلام میں اپنے مشن کو جاری رکھوں۔ میں اب چونکہ ساجد کے بارے میں پھر بد دل ہو گیا تھا لہذا معذرت کرتا رہا تا آنکہ ایک روز وہ ستر بجھتے سالہ، طویل القامت، اور قوی الجثہ انسان جس کی آواز بھی بھاری اور دہنگ تھی۔ میرے مکان کے باہر کرسی بچھا کر انتہائی مسکینی کے انداز میں یہ کہہ کر بیٹھ گیا کہ میں یہاں سے اُس وقت تک نہیں اٹھوں گا جب تک تم میری فرمائش قبول نہیں کر دو گے۔ — چار دن چار میں نے حامی بھر لی۔ — چنانچہ وہ دن اور آج کا دن مسجد دارالسلام، باغ جناح، لاہور کا اجتماع جمعہ — و نماز عیدین پاکستان بھر میں تو مشہور ہیں ہی، بیرون ملک بھی جانے پہچانے جاتے ہیں۔ — یہاں تک کہ ۸۳-۸۲ء کے دوران جبکہ مغربی تہذیب کی دلدادہ خواتین نے کی جانب سے میری شدید مخالفت، اور مرحوم ضیاء الحق صاحب کی مجلس شوریٰ سے میرے استعفیٰ کے باعث میرا نام بیرون ملک بھی بہت اچھل گیا تھا، مسجد دارالسلام کے اجتماع جمعہ — کا ذکر اور اس کے فوٹو وال اسٹریٹ جنرل نیویارک، ٹوٹو اسٹارکینڈا، اور لاس انجلس ٹائم کیڈ فور نیاتک میں شائع ہوئے۔

۶۔ حلقہ ہائے مطالعہ قرآن | لاہور میں حلقہ ہائے مطالعہ قرآن کہاں کہاں قائم رہے،

اس کا کوئی ریکارڈ نہ تو محفوظ ہے، نہ ہی اس کی چندال ضرورت ہے۔ یہ حلقے جیسے کہ آغاز میں عرض کیا گیا تھا۔ کرشن نگر سے شروع ہوئے اور پھر دل محمد روڈ، ساندہ، ڈھولنوال، پنجاب یونیورسٹی اسٹاف کالونی، انجینئرنگ یونیورسٹی کے ہاسٹل، ایم اے او کالج، میڈیکل کالج ہاسٹل کی مسجد گڑھی شاہو میں حاجی عبدالواحد مرحوم کا مکان، اقبال کالونی، علامہ اقبال روڈ کی مسجد، رفاہ عام ہال شاد باغ، برکت علی اسلامیہ ہال، مسجد بیرون شاہ عالمی گیٹ، آل پاکستان اسلامک ایجوکیشن کانگریس کے آفس واقع ۷۔ فرنٹیر

کالونی، ملتان روڈ، اور معلوم کہاں کہاں قائم رہے — گویا کم از کم لاہور کی حد تک تو وہ
دشت تو دشت ہیں، دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے، مہنڈھلات میں دوڑا دیئے گھوڑے ہم نے
والا معاملہ ہو گیا۔

ان میں سے بعض کے اجتماعات ہفتہ وار ہوتے تھے اور بعض کے پندرہ روزہ، چنانچہ
جمعہ اور اتوار کے روز تو اکثر تین تین درس یا خطاب ہو جاتے تھے! پھر ان میں سے اکثر میں تو
مطالعہ قرآن حکیم کا منتخب نصاب مکمل بیان ہوا۔ بعض میں اس کی بھی تلخیص ہی بیان ہو پائی۔
بہر حال ان میں رافم کی جو توانائیاں صرف ہوئیں ان کے ضمن میں واقف کو تو اُس وقت
بھی پورا اطمینان تھا اور آج بھی کامل اطمینان ہی نہیں انشراح و انبساط ہے کہ ”جان دی“
دی ہوئی اسی کی تھی۔ حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا۔ ”کے مصداق وہ توانائیاں اور قوتیں اللہ
ہی کی عطا کردہ تھیں اور اگر اس سے ہی کے کلام کے انشاء (حدیث مبارک میں الفاظ وارد ہوئے
ہیں ”وَافْشُوْهُ“)، و اشاعت میں صرف ہو گئیں تو ان کا اس سے بہتر اور کیا مصرف ممکن
تھا! — البتہ بعض بزرگوں نے جو تنبیہ کی تھی اُس کی صداقت بہت جلد ظاہر ہو گئی۔
— مثلاً شیخ سلطان احمد صاحب، کراچی نے انگریزی محاورے کے حوالے سے متنبہ کیا
تھا کہ آپ تو اپنی شمع صرف دونوں اطراف ہی سے نہیں بیچ میں سے بھی جلا رہے ہیں۔
— اور مولانا جعفر شاہ پھلواری مرحوم نے فرمایا تھا کہ: ”آپ کیا غضب کر رہے ہیں!
ہم تو جب جمعہ پڑھایا کرتے تھے تو معمول یہ ہوتا تھا کہ پورا جمعرات کا دن یا آرام کرتے تھے یا
جمعہ کے خطاب کے بارے میں سوچ بچار، اور پھر نہ صرف یہ کہ جمعہ کے دن نہ صبح کوئی کام
کرتے تھے نہ شام کو بلکہ ہفتہ کا دن بھی کامل آرام کرتے تھے!“ بہر حال میری اعتدال سے
بڑھی ہوئی جانفشانی کا نتیجہ یہ نکلا کہ سترہ میں صحت نے ایک دم جواب دے دیا، جس
کی تفصیل میں اپنی ایک دوسری تحریر میں درج کر چکا ہوں — قصہ مختصر یہ کہ ادا خضرؒ
میں میں اس دور اسے پرکھڑا تھا کہ ”یا چناں کن یا چنیں“ کے مصداق یا تو یہ دعوت و تحریک
قرآنی جس حد تک آگے بڑھ آئی ہے اس سے بھی قدرے پسپائی اختیار کر کے اسے

کر دیا جائے کہ بس اس سے زیادہ نہیں، یا پھر میڈیکل پریکٹس کو خیر باد کہہ کر ”ہمد تن اور ہمہ وقت“ اسی میں لگ جایا جائے۔ اور الحمد للہ کہ فروری ۱۹۶۲ء میں حج کے موقع پر اراض مقدس میں حتمی طور پر مؤخر الذکر فیصلہ کر کے راقم واپس آیا اور آتے ہی مطب بند کر دیا اور جلد اوقات اور کل توانائیاں اسی ایک کام پر مرکوز کر دیں۔ تو مارچ ۱۹۶۲ء سے اس دعوت و تحریک کی رفتار پہلے سے ایک دم کئی گنا بڑھ گئی۔ چنانچہ ایکٹ جانب تو اس کا لاہور سے باہر دائرۂ اثر جو اس وقت تک صرف دیشاق، اور دوسری مطبوعات یا گاہے گاہے بیرونی اسفار تک محدود تھا ایک دم بہت وسعت اختیار کر گیا (اس کا تفصیلی فکر اس دعوت و تحریک کے دور ثانی کی روداد کے ضمن میں آئے گا) اور دوسری جانب ۲۱ مارچ ۱۹۶۲ء کو ”مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور“ کا قیام عمل میں آگیا اور یہ دعوت و تحریک اپنے دیگر دور میں داخل ہو گئی۔

۶۔ آغاز سے سلسلہ وار درس قرآن | لاہور کے ان حلقہ ہائے مطالعہ قرآن اور مرکزی درس کے ضمن میں اس بات کا بھی ذکر ہو جائے تو اچھا ہے کہ مسجد خضر ا میں راقم نے آغاز میں منتخب نصاب کا درس دیا تھا، اس کی تکمیل پر شروع سے مسلسل درس قرآن شروع ہوا۔ پھر اک بار کسی سبب سے قدرے وقفہ ہوا تو دوبارہ پھر ایک بار منتخب نصاب کا اعادہ کیا۔ اور اس کے بعد مسلسل درس جاری کیا۔ پھر مسجد شہداء میں بھی اولاً منتخب نصاب ہی بیان ہوا، اس کے بعد وہاں بھی آغاز سے مسلسل درس شروع کر دیا۔ اس طرح ایک زمانے میں لاہور میں ان دو مقامات پر مسلسل درس جاری تھا۔ (بعد میں مسجد خضر ا کا درس مسجد دارالسلام میں منتقل ہو گیا)۔ لیکن افسوس کہ اتوار کی صبح کی نشست کے ختم ہو جانے کے باعث اس مسلسل درس کا سلسلہ بہت سست رفتاری سے آگے بڑھ سکا۔ چنانچہ ان سطور کے تحریر کے وقت تک یہ درس اٹھائیسویں پارے کے اختتام تک پہنچ سکا ہے۔ مزید افسوس کی بات یہ کہ اگرچہ بہت سے حصوں کے دروس ٹیپ میں محفوظ ہیں، اس کی مکمل اور مسلسل ریکارڈنگ محفوظ نہیں ہے۔ اور اگرچہ بہت سے احباب کا شدید تقاضہ ہے کہ ایک بار از سر نو سورۃ فاتحہ سے آغاز کر کے پورے قرآن مجیم کے درس کو ٹیپ میں محفوظ کر لیا جائے اور فی الوقت ”قرآن

آڈیو ریم، کا جو عظیم منصوبہ زیر تکمیل ہے اس کی بنیاد میں بھی یہی خواہش یا آرزو کار فرما ہے۔ لیکن اپنی عمر اور صحت کی کیفیت کے پیش نظر اس کی امید بہت ہی کم ہے۔ اِلَّا اَنْ يَّتَشَاءَ اللّٰہُ — اور ظاہر ہے کہ اس کی شان یقیناً یہ ہے کہ ”وَاللّٰہُ غَالِبٌ عَلٰی اَمْرِہٖ وَلَکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ“ — اور ہمارا ایمان بھی یہ ہے کہ ہوگا وہی جو تودہ چاہے گا! اور ہمارے شایانِ شان تو یہی ہے کہ اس کی رضا پر راضی رہیں! —

”لاہور کے حلقہ ہائے مطالعہ قرآن“ اور ”اتوار کی صبح کے مرکزی درس“ کا یہ بیان نامکمل رہے گا۔ اگر دو چیزیں ہدیہ قارئین نہ کر دی جائیں

۷۔ اعلان شائع شدہ، 'میشاق'، جنوری ۱۹۷۶ء، ایکٹ 'میشاق'، بابت جنوری ۱۹۷۶ء کے کورکے اندرونی جانب شائع شدہ اعلان کا عکس،

من اتفاق ے اس بار ہجری اور عیسوی من تقریباً ساتھ شروع ہوئے ہیں اور ان کے ساتھ ہی لاہور میں

ڈاکٹر اسرار احمد

کی قرآن مجید کے علم و حکمت کے نشر و اشاعت کی مساعی بھی آٹھ سال مکمل ہوئے تو میں میں داخل ہوگئی ہیں اور اس وقت ان کے

درس قرآن کی مستقل ہفتہ وار نشستوں

کا پروگرام حسب ذیل ہے :

(۱) —————

ہر جمعرات کو بعد مغرب برکت علی اسلامہ ہال میں

مطالعہ قرآن حکیم کے منتخب نصاب کا نصف آخر زیر درس ہے

(۲) —————

ہر جمعہ کو قبل جمعہ (۱ بجے) جامع مسجد ندو یونیورسٹی کیمپس میں

مطالعہ قرآن حکیم کا منتخب نصاب ابتداء سے زیر درس ہے

(۳) —————

ہر ہفتہ کو بعد عصر مسجد دارالسلام باغ جناح میں

قرآن حکیم سورۃ بنی اسرائیل سے آگے سلسلہ وار زیر درس ہے

ہر اتوار کو صبح ۹ بجے ، مسجد شہداء ریگل چوک میں

قرآن حکیم ابتداء سے سلسلہ وار زیر درس ہے

(حال میں تیسرے بارے کا آغاز ہوا ہے)

ع ”صلائے عام ہے بارانِ نکتہ داں کے لئے“

المحمدیہ
مہار مجد رشید ، ناظم اعلیٰ ، انجمن خدام القرآن لاہور

۸۔ کچھ ذاتی ، اور بعض ناقدین کے تاثرات | دوسرے ان دروس کے بارے میں خود

میرے اپنے اور دو دیگر حضرات کے تاثرات کے ذکر پر شعل میری تحریر جو دسمبر ۱۹۶۷ء کے ’مِثاق‘ میں اس وقت شائع ہوئی تھی جب مولانا امین احسن اصلاحی سے میرے تعلقات کشیدہ ہو گئے تھے ، اور ان کی جانب سے میری مخالفت کی مہم شدت کے ساتھ جاری تھی۔

’اور اس عاجز پر اللہ کا بڑا فضل ہے..... اور سب سے بڑھ کر اطمینان بخش بات یہ ہے کہ اس دعوت کا آغاز نہ کسی مصنف کی تصانیف سے ہوا نہ کسی خطیب کے خطبات و تقاریر سے بلکہ ’اللہ‘ درس قرآن‘ سے ہوا۔ اور اللہ کی کتاب کے ترجمانی اور افہام و تفہیم میں بھی ، بفضلہ تعالیٰ دعوت کسی ایک لکیر کی فقیری نہیں بلکہ ابوالکلام اور ابوالاعلیٰ کی دعوتِ جہاد کا عنصر بھی شامل ہے اور فراہمی اور اصلاحی کے تفکر و تدبیر کا جوہر بھی ، اور شیخ الہند اور شیخ الاسلام کے احوالِ باطنی و نکاتِ روحانی کی چاشنی بھی موجود ہے اور ڈاکٹر اقبال کے جذبہ ملی کی حرارت اور ان کی اور ڈاکٹر رفیع الدین کی علومِ جدیدہ اور فکرِ جدید پر قرآن حکیم کی روشنی میں جرح و تنقید کی کڑوی کونین بھی !

یہی وجہ ہے کہ ناقدین نے تو یہ کہا ہے کہ ”آپ کے درس کے بارے میں یہ بات بہر حال ماننی پڑتی ہے کہ اس سے ہر شخص کچھ نہ کچھ ضرور لے کر اٹھتا ہے۔ اور احباب کا کہنا یہ ہے کہ اس میں حد درجہ ’جامعیت‘ ہوتی ہے۔ اگر ان کا خیال کسی بھی درجے میں صحیح ہے اور جامعیت سے کوئی حصہ راقم کو فی الواقع ملے تو یہ سراہنے فیض

ہے امام الہند حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی سے اُنس قلبی، مناسبت ذہنی اور کسی درجے میں نسبت روحانی کا۔ اور اگر ان کا خیال مطابق واقعہ نہیں تب بھی راقم رب العزت سے خواست کا رہے کہ وہ اسے اُس جامعیت کُبریٰ میں سے قدرِ قلیل ہی سہی مگر کچھ نہ کچھ ضرور عطا فرمادے جس کا منظر اتم تھے بارہویں صدی ہجری میں امام الہند شاہ ولی اللہ دہلویؒ اور چودھویں صدی ہجری میں شیخ الہند محمود حسن دیوبندیؒ — گویا بقول اقبالؒ ہے

”میں ہوں ضدِ توتیرے ہاتھ میں سے گہر کی آبرو میں ہوں خنزف تو تو مجھے گوہرِ ہشا ہوار کرا“
اور ظاہر ہے کہ اللہ کی شانِ کریمی سے یہ بعید بھی نہیں۔ ع
”شاہاں پہ عجب گر بنوا زند گدا را“

لے یہ بات اب تو یقیناً مولانا اصلاحی اور ان کے بعض شاگردوں کو بہت ناگوار ہوگی لیکن غالباً مولانا بھولے نہ ہوں گے جناب وحید الدین خاں صاحب، مؤلفِ ”تعبیر کی غلطی“ اور مدیرِ مجلہ ”الرسالہ“ دہلی کی شہادت جو انہوں نے راقم کے بعض درس میں شمولیت کے بعد مولانا کے سامنے دی تھی کہ راقم کے درس میں نیکو فراہمی کے اثرات سموئے ہوئے ہیں اور اگر یہ یاد نہ ہو تو بھی مولانا کے اپنے وہ الفاظ تو مطبوعہ موجود ہیں جو انہوں نے ”مسلمانوں پر قرآن مجید کے حقوق“ پر تقریر میں تحریر فرمائے تھے کہ — ”اللہ تعالیٰ ڈاکٹر صاحب کے قلم میں برکت دے کہ وہ ایسی بہت سی چیزیں لکھنے کی توفیق پائیں، ہماری بہت سی عزیز امیدیں ان سے وابستہ ہیں، عجب اتفاق ہے کہ اسی کے لگ بھگ الفاظ مولانا سید سلیمان ندویؒ نے مولانا حمید الدین فراہمیؒ کی وفات پر تعزیتی مضمون میں ان کے تلامذہ کا ذکر کرتے ہوئے مولانا اصلاحی کے بارے میں لکھے تھے کہ ”۔۔۔ جن میں قابلِ ذکر مولوی امین حسن اصلاحی ہیں، ہماری آئندہ توقعات ان سے بہت کچھ وابستہ ہیں۔“

لے یہ الفاظ ہیں مولانا اصلاحی کے شاگردِ رشید جناب خالد مسعود صاحب کے برادرِ نسبتی ڈاکٹر انوار احمد گوبی کے جو راقم کے کرم فرماؤں اور شہیدِ ناقدِ دل میں سے ہیں۔

۹۔ مولانا اصلاحی کورس قرآن وحدیث | کرشن نگر میں جیسے ہی میرے حلقہ درس شروع ہوئے، میں نے ایک ہفتہ وار

درس قرآن وحدیث مولانا امین احسن اصلاحی کا بھی شروع کر دیا جو ابتداءً میرے ہی مکان پر ہوا۔ اس کی سہ پہر کو ہوتا تھا لیکن کچھ عرصے کے بعد بہرن روڈ کی مسجد میں منتقل ہو گیا۔ اس درس میں ابتداءً تو حاضری اچھی رہی لیکن جلد ہی محسوس ہوا کہ مولانا کے علمی مقام اور سامعین کی ذہنی سطح کے مابین فرق و تفاوت بہت زیادہ ہے لہذا لوگوں کی دلچسپی کم ہوتی چلی گئی۔ ادھر کچھ عرصہ کے بعد مولانا شدید علیل ہو گئے اور یہ علالت بھی کچھ اعصابی اور کچھ ذہنی تھی۔ لہذا یہ سلسلہ درس بھی منقطع ہو گیا۔



حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ

اپنی نایف وحدت اُمت ہیں اگر

○ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمود حسن اور مولانا سید انور شاہ کاشمیری رحمہ اللہ کے دو ایمان افروز اور سبق آموز واقعات کے سوا اور کچھ نہ لکھتے تب بھی یہ کتاب موتیوں میں گُلنے کی مستحق ہوتی وقت کے اہم ترین موضوع پر اس بہترین اور مفید ترین کتاب کو اب محتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور نے شایان شان طور پر شائع کیا ہے۔
بڑے سائز کے ۵۲ صفحات ○ عمدہ دبیر کاغذ ○ دیدہ زیب کور

ہدیکہ : ۳ روپے ○ علاوہ محضولہ ایک